# نبی کریم ﷺ کی سیرت اور تعلیمات کی روشنی میں اسلام کا اقتصادی نظام

# Islamic Economics in the Light of Life and Teachings of the Holy Prophet (Peace Be Upon Him)

☆ڈاکٹر سید غضنفر احمد

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ قرآن وسنہ، جامعہ کراچی

☆کلیم اللہ بن داؤد خان

ریسرچ اسکالر، شعبہ قرآن وسنہ، جامعہ کراچی

**Abstract:**
There is no doubt that the Holy Prophet (peace be upon him) was sent to the whole of mankind as a comprehensive role model of life, being an embodiment of guidance and teachings of every need and field of human life. The most important and influential branch of society, economics was also given much consideration in the life and teachings of the Holy Prophet (P.B.U.H), as He Himself strictly prohibited many forms of contracts being exercised in the society of that era. Furthermore, Prophet (P.B.U.H) instructed for some principles to be followed in trade and economics. Besides these do’s and don'ts, we cannot ignore the valuble policies that were enforced by him for the progress and development of the Muslims in this field as well. In this article we have discussed these three things (Do's, Don'ts and policies) of Islamic economics, particularly derived from the life and teachings of the Holy Prophet (s.a.w.s). This detailed discussion will be followed by a brief statement about the importance of these teachings and instructions in the contemporary era in which mankind is suffering from the aftermath of the man made economic systems (i.e. Capitalism and Socialism).

**Keywords:** Islamic, Economics, Light, Teachings, Holy, Prophet

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حضورِ کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک آنے والی ساری انسانیت کے لئے ایک کامل ومکمل شریعت کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ﷺ کی پیش کردہ تعلیمات کی بنیادی خصوصیات ان کی آفاقیت، ہر زمانے میں ہر قسم کے لوگوں کے لئے قابلِ عمل ہونے اور ان کی مشکلات کا حل پیش کرنے کی صلاحیت، خود ساختہ نظاموں کے مقابلے میں شخصی اور

اجتماعی طور پر انسانیت اور معاشرے کی بقاء اور بھلائی کا ضامن، انسانی فطرت کے قریب تر اور سہولت اور یُسر پر مبنی ہونا وغیرہ ہیں۔ اس کے ساتھ جب ہم دوسری طرف نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ معاش کا مسئلہ ہر زمانے میں، اور بالخصوص موجودہ مادہ پرست مغربی تہذیب کے ماحول میں، انسان کی بنیادی ضروریات اور ترجیحات کا حامل مسئلہ رہا ہے۔ جاگیر دارانہ نظام کے خاتمے اور اشتراکیت کی ناکامی کے بعد فی زمانہ دنیا بھر میں عمومی طور پر سرمایہ دارانہ نظام رائج ہے، جس میں کمزور طبقے کا معاشی استحصال، ارتکازِ دولت، مارکیٹ فورسز طلب ورسد (Demand and Supply) کو کھلی چھوٹ دینا، ذاتی منافع کے محرک کو کلیۃً ایک اصول کے طور پر تسلیم کرنا، دولت جمع کرنے کے لئے ہر حربے کا جواز، اور اس کے نتیجے میں حرص، بخل، مفاد پرستی ودیگر اخلاقی برائیوں کا پھیل جانا وغیرہ جیسی خرابیاں ہیں۔ اس کے مقابلے میں نبی کریم ﷺ کا دیا ہوا اقتصادی نظام ہر قسم کی خرابیوں سے مبرا اور انسانیت کی اجتماعی اور شخصی بھلائی کا ضامن نظام ہے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ آپ ﷺ کی بتائی ہوئی معاشی تعلیمات اور آپ ﷺ کی نافذ کی ہوئی معاشی پالیسیوں کا ایک مطالعہ کیا جائے اور دنیا کو بتایا جائے کہ کس طرح ان معاشی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر دنیا معاشی بحرانوں سے نکل سکتی ہے۔ اس کے لئے آرٹیکل ہذا کو درج ذیل عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا ہے۔

1۔ معاش اور اقتصاد سے متعلق آپ ﷺ کی تعلیمات

2۔ آپ ﷺ کی معاشی پالیسیاں

3۔ عصرِ حاضر میں نبوی اقتصادی نظام سے استفادہ کی ضرورت اور اہمیت۔

ذیل میں اسی ترتیب سے مذکورہ عنوانات کی تفصیل درج کی جا رہی ہے۔

## 1۔ معیشت اور تجارت سے متعلق آپ ﷺ کی تعلیمات

اسلام ایک جامع اور مکمل دین ہے جس کی تعلیمات زندگی کے تمام شعبوں پر محیط اور قیامت تک آنے والی انسانیت کے لئے قابلِ عمل، ہادی اور رہنماء ہیں۔ معیشت وتجارت کے شعبے بھی زندگی کے اہم شعبہ جات ہیں، اس لئے ان کے متعلق بھی قرآن وحدیث میں ہمیں قواعد وضوابط اور جزئی تعلیمات ملتی ہیں۔ اگر ہم معیشت وتجارت سے متعلق سیرتِ طیبہ میں وارد تعلیمات اور احکام کا جائزہ لیں تو ہم انہیں مختلف اصناف (Categories) میں تقسیم کرسکتے ہیں:

1۔ وہ کام جن سے سیرت طیبہ میں منع کیا گیا ہے۔

2۔وہ کام جن کی ترغیب دی گئی ہے۔

3۔ مسلمانوں کی معاشی واقتصادی ترقی کے لئے آپ ﷺ کی اختیار کی ہوئی حکمت عملی۔

ذیل میں ہم ان تینوں حوالے سے بحث کریں گے انشاءاللہ۔

**معاش اور اقتصاد کے ممنوعہ کام:**

معاش، اقتصاد اور تجارت سے متعلق حضور ﷺ نے جن چیزوں سے منع فرمایا ان میں سے نمایاں چیزیں درجِ ذیل ہیں:

1۔سود 2۔قمار 3۔غرر 4۔سٹہ 5۔اکتناز 6۔احتکار

6۔اضاعت مال 7۔قسم کھانا 8۔شروط فاسدہ 9۔ حرام اشیاء کی خرید وفروخت

10۔ناپ تول میں کمی بیشی کرنا۔ 11۔دیگر ممنوع اعمال 12۔چند ممنوع معاملات۔

ذیل میں ان کے بارے میں مختصر تفصیلات ملاحظہ ہوں۔

**1۔سود(Interest, Usury):** اسلام سے قبل کے عرب معاشرے میں سود خوری کا عام رواج تھا۔[1] اسلام نے اس پر سختی سے پابندی عائد کی۔ قرآن کریم نے صاف لفظوں میں اس سے منع فرمایا اور اس کو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

{ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ (278) فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ}[2]

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور اگر واقعی تم مؤمن ہو تو سود کا جو حصہ بھی کسی کے ذمے) باقی رہ گیا ہو اسے چھوڑ دو۔ پھر بھی اگر تم ایسا نہ کروگے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔

نبی کریم ﷺ نے بھی اس کی ممانعت کے حوالے سے شدید تاکیدی ارشادات فرمائے ہیں۔ حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ ﷺ نے سود کے باطل ہونے کا اعلان کرکے سب سے پہلے اپنے خاندان کے حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کے سود کو ختم کرنے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: "وربا الجاهلية موضوع، وأول ربا أضع ربانا ربا عباس بن عبد المطلب، فإنه موضوع كله" [3]۔ اس کے بارے میں آتا ہے کہ وہ دس ہزار مثقال سونے کی سودی رقم تھی (ایک مثقال تقریباً چار ماشے کا ہوتا ہے)۔[4]

اس کے علاوہ حضرت جابرؓ ارشاد فرماتے ہیں:

«لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم آكل الربا، ومؤكله، وكاتبه، وشاهديه»

کہ نبی کریم ﷺ نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود پر گواہی دینے والے اور سود کے لکھنے والے سب پر لعنت فرمائی ہے۔[5]

جبکہ اس سے زیادہ سخت وعید ایک اور حدیث میں ہے جس میں حضور ﷺ نے سود کے ایک درہم کھانے کو گناہ کے لحاظ سے ۳۶ مرتبہ زنا کرنے کے برابر قرار دیتے ہوئے فرمایا:

«الدرهم من الربا أعظم عند الله خطيئة من ستة وثلاثين زنية»[6]

بلکہ اس حوالے سے شدید ترین وعید پر مشتمل وہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے سود کھانے کو ایسی تشبیہ دی ہے جس طرح کوئی شخص اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کرے۔[7] العیاذ باللہ۔

اسلامی معاشی نظام کا سب سے اہم اور بنیادی ستون حرمتِ ربا ہے۔ یہی سود معاشرے میں معاشی اور اقتصادی نقصانات کے ساتھ ساتھ اخلاقی نقصانات (خود غرضی، بے رحمی، سنگدلی، زرپرستی اور کنجوسی) کا بھی سبب بنتا ہے۔[8]

سود کس طرح پورے معاشرے کے لئے تجارتی نقصان کا سبب ہے اس کو سمجھنے کے لئے یہ مثال کافی ہوگی کہ عوام کی جمع پونجی ایک مخصوص شرحِ سود سے بینک میں جمع ہو جاتی ہے۔ وہاں سے ایک شخص مثلاً کروڑ روپے کا سودی قرضہ لیکر اس سے ایک فیکٹری لگاتا ہے۔ جس سے اس کو مثلاً سو فیصد یعنی ایک کروڑ روپے کا نفع ہو جاتا ہے۔ اس میں سے یہ شخص معمولی رقم (مثلاً آٹھ اعشاریہ پانچ فیصد یعنی ساڑھے آٹھ لاکھ جو کہ مروجہ شرح سود ہے) بینک کو بطورِ سود ادا کرتا ہے، بینک اس میں سے اپنا کمیشن اور اخراجات کی رقم نکال کر باقی رقم (چھ لاکھ مثلاً) ڈیپازیٹرز کو دیتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جن لوگوں کا پیسہ تجارت میں لگا تھا جس سے اتنا نفع ہوا ان کو تو سو روپے پر صرف چھ روپے منافع ہوا۔ اور وہ چھ روپے بھی اصل فیکٹری لگانے والا شخص اس سے وصول کرتا ہے کیونکہ وہ بینک کو دی جانے والی رقم پیداواری لاگت (Cost of Production) میں شمار کر کے اسے اشیاء کی قیمت میں شامل کر دیتا ہے، جسکی وجہ سے وہ چیز عام آدمی کو مزید مہنگی خریدنی پڑتی ہے۔[9]

**2۔قمار(Gambling)** دوسری اہم چیز جس سے شریعتِ مطہرہ نے منع کیا ہے وہ قمار ہے۔ قرآن کریم میں اس سے صاف اور واضح لفظوں میں منع کیا گیا ہے۔[10] آنحضرت ﷺ نے قمار سے اجتناب کی اس قدر تاکید فرمائی کہ نہ صرف قمار کا معاملہ کرنا حرام قرار دیا، بلکہ قمار کا محض ارادہ ظاہر کرنے کو بھی گناہ قرار دیا، اور اگر کوئی شخص دوسرے کو قمار کی دعوت دے تو حکم دیا کہ اپنے اس گناہ کے کفارے کے طور پر صدقہ کرے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:(ومن قال لصاحبه: تعال أقامرك، فليتصدق)[11] کہ جو شخص دوسرے سے کہے کہ آؤ، میں تمہارے ساتھ قمار کروں تو اسے چاہئے کہ کچھ صدقہ دے۔

قمار کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ قمار ایک سے زائد فریقوں کے درمیان ایک ایسا معاہدہ ہے جس میں ہر فریق نے کسی غیر یقینی واقعے کی بنیاد پر اپنا کوئی مال (یا تو فوری ادائیگی کرکے یا ادائیگی کا وعدہ کرکے) اس طرح داؤ پر لگایا ہو کہ یا تو وہ مال بلا معاوضہ دوسرے فریق کے پاس چلا جائے گا یا دوسرے فریق کا مال پہلے فریق کے پاس بلا معاوضہ آجائے گا۔[12]

**3۔غرر(Uncertainty)**

ایک اور چیز جس سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے وہ غرر ہے۔[13] غرر ایک ایسے معاملے کو کہا جاتا ہے جسکی وجہ سے کسی عقد(Contract) کے اصل اجزاء کے اندر غیر یقینی کیفیت پیدا ہو جائے۔[14] بنیادی طور پر غرر کی تین صورتیں ہیں:

(الف) فروخت کنندہ جس چیز کو فروخت کر رہا ہے اس کے حوالہ کرنے پر قادر نہ ہو جیسے ہوا میں اڑتے ہوئے پرندے کو بیچنا۔

(ب) کسی سودا میں فروخت کردہ چیز، یا اسکی قیمت، یا قیمت کی ادائیگی کی مدت مجہول ہو۔

(ج) کسی باہمی تبادلہ والے سودا میں تملیک کو کسی ایسے واقعہ / بات پر معلق کرنا جس کے وجود میں آنے اور نہ آنے دونوں کا برابر امکان ہو۔ مثلاً اگر جمعرات کے دن بارش ہو گئی تو میں نے تمہیں یہ گاڑی اتنی رقم میں بیچدی۔[15] زمانہ جاہلیت میں غرر پر مبنی متعدد کاروباری صورتیں رائج تھیں، جن سے آپ ﷺ نے منع فرمایا۔[16] موجودہ زمانے میں بھی بہت سارے ایسے کاروباری معاملات وجود میں آئے ہیں جن میں غرر کا عنصر پایا جاتا ہے جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

(Hire Purchase, Option Sale, Future Sale, Forward Sale)

**4۔سٹہ (Speculation)**

سٹہ دراصل اس معاملے کو کہا جاتا ہے جس میں فروخت کرنے والے اور خریدار میں سے کسی کا ارادہ عملاً مبیع (بیچی ہوئی چیز) پر قبضہ کا نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس میں قیمتوں کا فرق برابر کرکے نفع کمایا جاتا ہے۔ آج کل تجارتی کمپنیوں کے شیئرز میں یہ کافی رواج پذیر ہے کہ ایک شخص کسی کمپنی کے شیئرز جس کی فی الحال قیمت دس روپیہ فی شیئر ہے، ایک مہینہ ادائیگی کے وعدہ پر گیارہ روپے میں خرید لیتا ہے۔ پھر قبضہ کرنے سے پہلے بارہ روپے فی شئیر فروخت کر دیتا ہے۔ دوسرا تاجر اسے آگے فروخت کر دیتا ہے۔ اسی طرح مقررہ تاریخ آنے تک کئی ہاتھوں میں اس کی بیع ہو جاتی ہے۔ اور جب مقررہ تاریخ آتی ہے تو شئیرز حوالہ کرنے کے بجائے اس دن شیئرز کی قیمت دیکھ کر قیمتوں کا فرق برابر کیا جاتا ہے۔ اس طرح بعض کو محنت اور کسی چیز کا ضمان اٹھائے بغیر لاکھوں روپے کا نفع جبکہ بعض کو لاکھوں روپے کا نقصان ہو جاتا ہے۔ سٹہ کا یہ طریقہ صرف تجارتی شئیرز کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ عام اجناس میں بھی جاری ہے۔[17]

احادیث طیبہ کی روشنی میں سٹہ کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے غیر مملوکہ چیز کا سودا کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا:«لا تبع ما ليس عندك»[18] (کہ جو چیز تمہارے پاس نہ ہو وہ نہ بیچو) اس طرح اگر انسان نے کوئی چیز خرید تو لی، لیکن ابھی تک اس پر قبضہ نہ کیا ہو تو اس چیز کو آگے بیچنے سے بھی حدیث میں ممانعت آئی ہے۔[19] سٹے کے معاملات میں یہ دونوں خرابیاں بطورِ اتم پائی جاتی ہیں۔ کیونکہ عام طور پر بیچی جانے والی چیز فروخت کنندہ کے پاس نہیں ہوتی، لیکن وہ اس امید پر اسے آگے فروخت کرتا ہے کہ جب دینے کا وقت آئے گا تو وہ اس وقت بازار سے خرید کر آگے دے گا۔ لہذا مذکورہ بالا احادیث کی روشنی میں ان خرابیوں پر مشتمل سٹے کا کاروبار شرعی اعتبار سے ناجائز قرار پاتا ہے۔[20]

**5۔ احتکار:** (ذخیرہ اندازی کرنا)، یعنی جب عامۃ الناس کو کسی چیز کی ضرورت ہو اور وہ بازار میں نہ مل رہی ہو ان حالات میں اگر کوئی شخص اپنا سامان چھپا کر رکھے گا، تاکہ جب گرانی بڑھ جائے تو پھر بازار میں لے جا کر مہنگے داموں فروخت کرے۔ ایسی حالت میں ذخیرہ اندوزی کرنے والے کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «الْجَالِبُ مَرْزُوقٌ، وَالْمُحْتَكِرُ مَلْعُونٌ» یعنی جو سامان فروخت کرنے کے لئے بازار میں لے آئے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق دیا جاتا ہے، اور جو روک کر رکھے گرانی بڑھانے کے لئے تو وہ ملعون ہے۔[21] ایک اور حدیث نقل کی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" من احتكر على المسلمين طعامهم ابتلاه الله بالجذام أو بالإفلاس"

یعنی جس نے مسلمانوں سے کھانے کی چیزوں میں ذخیرہ اندوزی کی تو اللہ تعالیٰ اس کو جذام (کوڑھ، leprosy) اور افلاس میں مبتلا کر دے گا۔[22]

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جو لوگوں کی ضرورت کی ہو، چاہے کھانے پینے سے متعلق ہو، چاہے پہننے کے متعلق ہو، یا کسی بھی شئ سے متعلق ہو ہر چیز پر احتکار کے احکام عائد ہوتے ہیں۔[23]

ذخیرہ اندوزی در اصل عوام کی معاشی ابتری اور اقتصادی بدحالی سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی غرض سے اجناس کا ذخیرہ کرنا ہے، آخر جب اشیاء خورد و نوش کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگتی ہیں اور عوام گرانی کے ہاتھوں فاقہ کشی پر مجبور ہو جاتے ہیں تو وہ ان کی نازک حالت پر رحم کرنے کے بجائے ان کی مجبوری میں ان کا زیادہ سے زیادہ استحصال کرتا ہے، اس لئے احتکار بہت بڑا ظلم ہے۔ احتکار ملکی معیشت پر بھی بہت منفی اثر ڈالتا ہے، اس طرح کہ اس کی وجہ سے بہت سی جنس بازار میں جانے سے رک جاتی ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جنس کا بھاؤ تیز ہونا شروع ہو جاتا ہے جس کا بار غریب عوام پر پڑتا ہے، جبکہ زمیندار اور تاجر اپنی اس محفوظ کردہ جنس کے بدولت بہت زیادہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔[24]

**6۔ ناپ تول میں کمی بیشی کرنا:** یہ بھی بہت بڑی معاشی خرابی ہے جس پر قرآن کریم میں سخت وعید آئی ہے۔[25] نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ کاروباری حضرات سے فرمایا کہ:

" يا معشر التجار، إنكم قد وليتم أمرا هلكت فيه الأمم السالفة: المكيال والميزان "

ترجمہ: اے تاجروں کی گروہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہاتھ میں دو ایسی چیزیں دی ہیں جن سے سابقہ اقوام میں سے بہت قومیں ہلاک کر دی گئی ہیں، وہ ترازو اور ناپنے کے پیمانے ہیں۔[26]

ایک اور موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ:

"وَلم ينقصوا الْمِكْيَال وَالْمِيزَان إِلَّا أخذُوا بِالسِّنِينَ وَشدَّة الْمُؤْنَة وجور السُّلْطَان"

جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرنے لگتی ہے تو انہیں قحط سالی، اخراجات کی تنگی اور بادشاہ کے ظلم میں مبتلا کیا جاتا ہے۔[27]

**7۔ اکتناز:** یعنی انسان اپنا پیسہ اس طرح جوڑ جوڑ کر رکھے کہ اس پر جو شرعی فرائض ہیں ان کو ادا نہ کرے، مثلاً زکوٰۃ اور دیگر مالی حقوق ادا نہیں کرتا۔ اس کو شریعت کی اصطلاح میں "اکتناز" کہتے ہیں یہ بھی ناجائز اور حرام ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس پر شدید وعید ارشاد فرمائی ہے کہ:

"جس شخص کو اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرے تو قیامت کے دن اس کا مال ایک گنجے سانپ کی صورت میں اس کے سامنے آئے گا اس کے دونو کیلے دانت ہوں گے وہ اس کے گلے سے لپٹ جائے گا اور اس کو دونوں جبڑوں سے پکڑ کر کہے گا کہ میں تمہارا مال ہوں، میں تمہارا خزانہ ہوں۔[28]

**8۔چند اور اعمال** جن سے آپ ﷺ نے منع فرمایا۔

**(الف) شروطِ فاسدہ:** نبی کریم ﷺ نے خرید و فروخت کے معاملے میں شرطِ فاسد لگانے سے منع فرمایا ہے۔[29] اس کا مطلب ہے ہر وہ شرط جو عقد کے مقتضیات کے خلاف ہو، اور عقد کو پختہ کرنے کے لئے وہ شرط نہ لگائی جاتی ہو، اور شرط کا تاجروں کے عرف میں رواج بھی نہ ہو چکا ہو تو ایسی شرط لگانے سے معاملہ فاسد ہو جاتا ہے۔[30]

**(ب) سودا میں قسم کھانا:** اس سے بھی نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

«إياكم وكثرة الحلف في البيع، فإنه ينفق، ثم يمحق»

بیع میں زیادہ قسمیں نہ کھاؤ۔اس سے چیز تو بک جاتی ہے لیکن اس کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔[31]

ایک اور حدیث میں ہے کہ

"وَرَجُلٌ سَاوَمَ رَجُلًا عَلَى سِلْعَةٍ بَعْدَ الْعَصْرِ، فَحَلَفَ لَهُ بِاللَّهِ لَقَدْ أُعْطِيَ بِهَا كَذَا وَكَذَا فَصَدَّقَهُ الْآخَرُ"

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کی طرف نظرِ التفات نہیں فرمائیں گے جس نے عصر کے بعد کسی شخص سے سودا میں بھاؤ تاؤ کیا۔اور قسم کھا کر کہا کہ یہ چیز اس کو اتنے میں ملی ہے، دوسرے شخص نے قسم کی بناء پر اس کی بات کی تصدیق کی۔[32]

**(ج) اسراف اور اضاعتِ مال:** مال کو ضائع کرنے، غیر مفید مصرف میں خرچ کرنے یا ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے سے بھی آپ ﷺ نے منع فرمایا۔[33] ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مال ضائع کرنے کو ناپسند کرتے ہیں۔[34]

**(د) حرام اشیاء کی خرید و فروخت سے ممانعت:** اس طرح سیرت طیبہ کی روشنی میں اسلامی معاشیات کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ اس میں حرام اور ممنوعہ اشیاء کی خرید و فروخت پر پابندی ہے۔ بخاری شریف میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے کہ میں نے فتح مکہ کے موقعہ پر نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

«إن الله ورسوله حرم بيع الخمر، والميتة والخنزير والأصنام»

اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول نے شراب، مردار جانور، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام قرار دیا ہے۔[35]

**(ھ) سامان تجارت میں عیب چھپانے کی ممانعت:** ایک اہم ہدایت حضور ﷺ نے یہ فرمائی ہے کہ مبیع (subject matter) میں اگر کوئی عیب یا خرابی وغیرہ ہو تو بیچنے والے کو چاہئے کہ خریدار کو اس عیب کے بارے میں صاف بتادے۔ اگر وہ اس عیب کو چھپا کر چیز فروخت کرتا ہے تو یہ دھوکہ دہی کا ارتکاب ہو گا۔ نیز بخاری شریف کی حدیث کے مطابق اس طرح کا معاملہ کرنے سے اس سودا سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔[36]

**11۔چند دیگر ممنوع مالی معاملات:**

- خرید و فروخت کی چند فاسد صورتیں زمانہ جاہلیت میں رائج تھیں۔ آپ ﷺ نے ان سے منع فرمایا۔
- آپ ﷺ نے غیر مملوکہ چیز کو بیچنے، اسی طرح خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کی بیع سے منع فرمایا ہے۔[37]
- نبی کریم ﷺ نے (تلقی الجلب)، (نجش) اور (بیع علی بیع اخیہ) سے منع فرمایا۔[38]

**تلقی الجلب:** یہودی تاجروں کا طریقہ یہ تھا کہ جب مکہ مکرمہ سے چمڑے کے تاجر چمڑا فروخت کرنے کے لئے مدینہ منورہ لے جاتے تو یہودی تاجر کے نمائندے باہر سے آنے والے سے چمڑے کا سارا ذخیرہ خرید لیتے تھے اور بازار تک اس کو آنے نہیں دیتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہوتی تھی کہ یہ تاجر اگر خود بازار آئے تو اس کو قیمتوں کا پتہ چل جائے گا جس کی وجہ سے وہ مال کو بہتر قیمت پر فروخت کر سکے گا۔ اس لئے آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ کیونکہ اس میں ایک تو باہر سے آنے والے تاجر کا نقصان ہوتا تھا۔[39] دوسری بات یہ کہ اس کی وجہ سے عام لوگوں کو بھی چیزیں مہنگی ملنے کا خطرہ ہوتا ہے، کیونکہ درمیان میں جتنے واسطے بڑھے گے چیز کی قیمت میں اتنا ہی اضافہ ہوتا جائے گا۔ نیز جب کسان مثلا بذات خود بازار میں پھل یا اجناس پیش کرے گا تو اس کو فکر ہو گی کہ جلد از جلد اس کو بیچ کر فارغ ہو جاؤں، اس کو ذخیرہ اندوزی کی نہ مہلت ہو گی اور نہ ہی اس کے پاس گنجائش ہو گی۔ دوسرا آدمی خریدے گا تو وہ اسے مہنگائی کی نیت سے روکے رکھے گا۔ جسکی وجہ سے مارکیٹ میں اس چیز کی کمی ہو جائیگی اور عامۃ الناس کو وہ چیزیں مہنگی خریدنی پڑیں گی۔ جیسا کہ آج کل ہم عمومی طور پر اس کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ عصر حاضر میں بھی سرکاری ریگولیٹری اداروں کو یہ بات یقینی بنانی چاہئے کہ مارکیٹ تک رسائی ہر شخص کو یکساں طور پر حاصل ہو۔ کوئی ایسا گروہ نہ ہو جو نئے آنے والوں کو مارکیٹ تک آنے سے روکے۔ "تلقی جلب" کی ایک

صورت یہ ہے کہ کوئی شہری شخص دیہاتی آدمی کے لئے مال فروخت نہ کرے۔یعنی دیہاتوں میں اونے پونے داموں چیز خرید کر بڑے شہروں میں بہت اچھی قیمت پر فروخت کر دیتے ہیں۔اس سے منع فرمایا کیونکہ دیہاتیوں کو مارکیٹ تک براہ راست رسائی نہیں ہوتی تو جو لوگ مارکیٹ کی قیمتوں کی اطلاع دیئے بغیر ان سے مال لے جاتے ہیں وہ ان کی سادگی اور ناواقفیت سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں، جو کہ ظلم کے زمرے میں آتا ہے اور جائز نہیں ہے۔[40]

**نجش:** یعنی آدمی کا کسی چیز کو خریدنے کا ارادہ نہ ہو، لیکن اس کے باوجود وہ اس کی قیمت زیادہ لگائے تاکہ دوسرے لوگوں کو اس کے خریدنے کی ترغیب دے۔یعنی جب دوسرے لوگ اس کو دیکھیں گے کہ اتنی زیادہ قیمت لگا رہا ہے تو وہ یہ سوچیں گے کہ شاید اس چیز کی یہی قیمت ہوگی، اس لئے وہ اسے خریدیں گے۔حالانکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا ہے، کیونکہ جس شخص نے زیادہ قیمت لگائی ہوتی ہے خود اس کے خریدنے کا ارادہ نہیں ہوتا ہے۔اسی طرح سامان تجارت کی غیر حقیقی ترویج کسی بھی صورت میں ہو وہ بھی اس میں داخل ہے اور شریعت کی نظر میں ممنوع ہے۔[41]

**بیع علی بیع أخیہ:** یعنی دو آدمیوں کے درمیان خرید و فروخت کا ایک معاملہ مکمل ہو چکا ہے اب تیسرا آدمی آکر بیچنے والے سے کہتا ہے کہ اس سے واپس لیکر مجھے فروخت کرو۔اسی طرح اگر دو آدمیوں کے درمیان ابھی بھاؤ تاؤ ہو رہا ہو، خریدار قیمت کم کرانے کی کوشش کرتا ہے کہ اتنے میں ایک تیسرا شخص درمیان میں آکر فروخت کنندہ سے کہتا ہے کہ یہ چیز مجھے فروخت کرو۔ان معاملات میں بھی چونکہ دوسرے کو نقصان کروا کر اپنا فائدہ کروانا مقصود ہوتا ہے اس لئے حدیث شریف میں ان سے منع کیا گیا ہے۔

**(2) معیشت اور تجارت کے وہ کام** جن کی حضور ﷺ نے ترغیب دی ہے۔ تجارت اور معیشت کے حوالے سے نبی کریم ﷺ نے جن کاموں کا حکم دیا ہے ان میں سے کچھ نمایاں احکام ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

**(الف) سچائی اور دیانتداری:** نبی کریم ﷺ نے تجارت میں سچائی کی اہمیت اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر ملنے والے عظیم اجر کا اظہار اپنے اس فرمان کے ذریعے کیا کہ:

«التاجر الصدوق الأمين مع النبيين، والصديقين، والشهداء»

سچا اور امانتدار تاجر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔[42]

**(ب) نرمی اور خوش اخلاقی کا معاملہ کرنا:** معیشت اور تجارت کے معاملات میں حضور ﷺ نے نرمی اور خوش اخلاقی کی تلقین کی۔ فرمایا:

«رحم الله رجلا سمحا إذا باع، وإذا اشترى، وإذا اقتضى»

کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو خرید، فروخت اور اپنے قرضہ جات کے مطالبے کے وقت نرمی کا مظاہرہ کرے۔[43]

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ: "تلقت الملائكة روح رجل ممن كان قبلكم، قالوا: أعملت من الخير شيئا؟ قال: كنت آمر فتياني أن ينظروا ويتجاوزوا عن الموسر، قال: قال: فتجاوزوا عنه".

یعنی: اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں میں سے ایک شخص کی صرف اس بناء پر بخشش کی کہ وہ قرض دہندگان کے ساتھ نرمی کا سلوک کرتا تھا اور جن کو قرض کی ادائیگی کی وسعت نہیں ہوتی تھی انہیں مزید مہلت دیتا تھا۔[44]

**(ج) صدقہ کی ترغیب:** نبی کریم ﷺ نے تاجروں کو اس بات کی تلقین کی کہ چونکہ خرید و فروخت کے معاملات میں لغو کام اور قسم آجاتی ہے، اس لئے تم اس کے ساتھ صدقہ کی آمیزش بھی کیا کرو۔[45]

**(د) سویرے کاروبار شروع کرنا:** نبی کریم ﷺ نے صبح سویرے اپنے معاملات زندگی سرانجام دینے کی ترغیب دی ہے، اس طرح کہ آپ ﷺ نے یہ دعاء فرمائی:

«اللهم بارك لأمتي في بكورها» اے اللہ میری امت کے صبح سویرے کے کاموں میں برکت عطاء فرما۔[46]

**(ھ)** آپ ﷺ کی ایک ہدایت یہ بھی نقل کی گئی ہے کہ:

«إذا سبب الله لأحدكم رزقا من وجه، فلا يدعه حتى يتغير له، أو يتنكر له»

جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے لئے رزق فراہم کرنے کا کوئی ذریعہ مہیا کرے تو انسان کو چاہیے کہ اسے نہ چھوڑے، الا یہ کہ خود وہ ذریعہ معاش تبدیل ہو جائے اور اس سے مزید روزی ملنا مشکل ہو جائے۔[47]

**(و)** آپ ﷺ کی ایک اہم تعلیم محنت کی عظمت، کسب معاش کے لئے کام کی ترغیب اور گداگری جیسی لعنت کا سد باب کرنا ہے۔ ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا کہ:

«لأن يحتطب أحدكم حزمة على ظهره، خير له من أن يسأل أحدا، فيعطيه أو يمنعه»

تم میں سے کوئی شخص لکڑیاں کاٹ کر انہیں اپنی پشت پر اٹھا کر محنت مزدوری کرے یہ اس سے اچھا ہے کہ وہ کسی سے مانگے، چاہے پھر وہ اس کو دے یا نہ دے۔[48]

(ز) ایک اور اہم تعلیم قناعت کی تلقین ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالی کی طرف سے ملے ہوئے رزق پر راضی اور مطمئن رہے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے اصل مالداری اس کو قرار دیا ہے کہ انسان کا دل مالدار رہے۔[49] ایک اور موقعہ پر ارشاد فرمایا:

«قد أفلح من أسلم، ورزق كفافا، وقنعه الله بما آتاه»

کہ وہ شخص کامیاب ہو گیا جس نے اسلام قبول کیا، اور اس کو گزارے کے بقدر روزی ملی، اور اللہ نے اس کو جتنا دیا تھا اس پر اس کو قناعت دی۔[50]

(ح) مال کو صرف کرنے کے حوالے سے آپ ﷺ کی تعلیم یہ ہے کہ (اسراف اور تبذیر سے بچتے ہوئے) اخراجات میں اعتدال اور میانہ روی کی جائے۔ آپ ﷺ نے خرچ میں میانہ روی کو معاشی زندگی کی خوشگواری کا نصف حصہ قرار دیا۔[51] اسی طرح آپ ﷺ نے حضرت کعبؓ سے فرمایا کہ («أمسك عليك بعض مالك، فهو خير لك») اپنے مال میں سے کچھ بچا لو یہ تمہارے حق میں بہتر ہو گا۔[52] حضرت سعد بن وقاصؓ سے فرمایا کہ:

"إنك أن تدع ورثتك أغنياء خير من أن تدعهم عالة يتكففون الناس في أيديهم"

اپنے ورثاء کو مالداری کی حالت میں چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ انہیں محتاجی اور تنگدستی کی حالت میں چھوڑ جائیں کہ وہ لوگوں سے بھیک مانگتے پھریں۔[53]

نبی کریم ﷺ کی ان تعلیمات کا حاصل یہ ہے کہ میانہ روی ہی معیشت کی عادلانہ راہ ہے، اور صالح اجتماعی نظام معیشت کے لئے ایک ذریعہ۔ نیز فرد چونکہ جسم جماعت کا ایک عضو ہے اس لئے اس کی انفرادی آمدنی پر اجتماعی معیشت کے حقوق بھی عائد ہیں اور جس قدر وہ کماتا ہے اسی نسبت سے یہ حقوق اس پر زیادہ ہوتے جاتے ہیں اور اسلامی اصطلاح میں اسے "انفاق فی سبیل اللہ" کہتے ہیں۔ اس بارے میں اسلامی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ سب سے پہلے انسان پر اپنے اور اپنے زیر کفالت افراد کے لئے ضرورت کے مطابق کھانے پینے، پہننے اور مکان کا بندوبست کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد اگر وہ صاحب نصاب ہے تو اس پر زکوٰۃ وغیرہ دیگر صدقاتِ واجبہ

لازم ہے۔اس کے بعد اس کو چاہئے کہ صدقات نافلہ کا اہتمام کرے۔لیکن اس کے لئے بھی مناسب یہ ہے کہ مستقبل میں اپنے اور اہل وعیال کے لئے کچھ پس انداز رکھ کر وہ نفلی صدقات کرے۔[54]

**اجیر اور مستاجر کا تعلق:** زندگی کا ایک اہم شعبہ ملازمت کا شعبہ ہے۔اس کے متعلق بھی حضور ﷺ نے مالک اور ملازم دونوں کے لئے قیمتی ہدایات ارشاد فرمائی ہیں۔مالکان کو ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ «أعطوا الأجير أجره، قبل أن يجف عرقه» مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔جبکہ ملازمین کو نصیحت کی کہ بھلائی اور سچائی کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں ادا کریں۔فرمایا کہ: «خير الكسب كسب [يد] العامل إذا نصح» سب سے بہترین کمائی مزدور کی کمائی ہے بشرطیکہ وہ خیر خواہی اور بھلائی کے ساتھ کام کرے۔[55]

**اسلام کے نظام معیشت کا ایک سرسری جائزہ:**

اوپر ذکر کردہ تفصیلات کی روشنی میں اسلامی نظام معیشت کا جو تصور بنتا ہے اس کا ایک خاکہ ہم ذیل میں مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کی کتاب سے تلخیص کرکے پیش کرتے ہیں۔مفتی صاحب لکھتے ہیں:اسلام کے معاشی احکام اور تعلیمات پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام نے ذاتی منافع کے محرک اور بازار کی قوتوں یعنی طلب ورسد(Demand and Supply) کو تسلیم کیا ہے۔البتہ ان کو تسلیم کرتے ہوئے اسلام نے معاشی اور تجارتی سرگرمیوں پر کچھ ایسی پابندیاں لگائی ہیں کہ ان پر عمل کرتے ہوئے ذاتی منافع کا محرک ایسے غلط رخ پر نہیں چل سکتا ہے جو معیشت کو غیر متوازن کرے یا اس سے دوسری اخلاقی یا اجتماعی خرابیاں پیدا ہوں۔کچھ تو ان میں خدائی پابندیاں ہیں جو ہر زمانے میں اور ہر جگہ نافذ العمل ہیں۔مثلا: سود، قمار، سٹہ، اکتناز، احتکار اور دوسری بیوع باطلہ۔کیونکہ یہ چیزیں عموما اجارہ داریوں کے قیام کا ذریعہ بنتی ہیں اور ان سے معیشت میں ناہمواریاں پیدا ہوتی ہیں۔اسی طرح ان تمام چیزوں کی خرید وفروخت پر پابندی لگائی جن سے معاشرہ کسی بداخلاقی کا شکار ہو، اور جس سے لوگوں کے سفلی جذبات بھڑکا کر ناجائز طریقے سے آمدنی حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔

اس کے علاوہ شریعت نے حکومتِ وقت کو یہ اختیار بھی دیا ہے کہ وہ کسی عمومی مصلحت کے تحت کسی ایسی چیز یا ایسے فعل پر پابندی عائد کرے جو بذاتِ خود حرام نہیں بلکہ مباحات کے دائرے میں آتی ہے۔اس کے علاوہ اخلاقی پابندیاں بھی ہوتی ہیں وہ اس طرح کہ اسلامی تعلیمات کے مطابق یہ زندگی ایک محدود اور چند روزہ زندگی ہے، اصل ابدی زندگی آخرت کی زندگی ہے۔انسان کا

اصل کام یہ ہے کہ وہ دنیوی زندگی کو اخروی زندگی کی کامیابی اور ترقی کا زینہ بنائے۔ اس لئے یہ سوچ بھی مسلمان کے معاشی فیصلے میں دخل انداز ہوتی ہے کہ کس کام سے اس کو آخرت میں زیادہ فائدہ ہوگا۔

تقسیم دولت کے حوالے سے اسلامی تعلیمات کی ایک اہم خاصیت سود کی حرمت ہے۔ دوسری بات یہ کہ دولت صرف دولت کی پیدائش کے عوامل تک محدود نہیں ہوگی۔ بلکہ ثانوی مستحقین کی ایک طویل فہرست رکھی ہے جو اسی معاشرے کے افراد ہونے کے ناطے دولت کے حقیقی خالق اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے مستحق قرار پائے ہیں۔ زکوٰۃ، صدقات، عشر، خراج، کفارات اور قربانی وغیرہ ایسے احکام ہیں جن کے ذریعے سے دولت کا بڑا حصہ اس کے ثانوی مستحقین تک پہنچتی ہے۔[56]

### آنحضرت ﷺ کی معاشی پالیسیاں:

نبی کریم ﷺ نے بعثت کے بعد، بالخصوص مدینہ منورہ کی طرف ہجرت اور وہاں پر اسلامی ریاست کے قیام کے بعد مسلمانوں کو درپیش مالی مشکلات سے نمٹنے اور ان کے معاشی استحکام کے لئے جو حکمت عملی اختیار کی۔ ذیل میں اس کے حوالے سے متعدد عنوانات کے تحت بحث کی جائیگی۔

**امداد باہمی پر زور:** مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ کے سامنے سب سے بڑا چیلنج مہاجرین کی کفالت اور معاش کے لئے مناسب ذرائع کا بندوبست کرنا تھا۔ اس صورتحال سے نمٹنے کے لئے آپ ﷺ نے جو پالیسی اپنائی وہ امداد باہمی کی پالیسی تھی۔ جس کی سب سے واضح مثال انصار اور مہاجر صحابہؓ کے درمیان "مؤاخات" قائم کرنے کی تھی۔ آپ ﷺ کے قائم کردہ اس مؤاخات کے نتیجے میں جہاں ایک طرف مہاجرین کی معیشت کا مسئلہ حل ہوگیا وہیں دوسری طرف اس کے ذریعہ سے مدینہ میں معاشی ترقی اور روزگار کے مزید مواقع پیدا ہوگئے کیونکہ مہاجرین نے محض انصار پر انحصار کرنے کی بجائے محنت مزدوری شروع کی۔ انصار کی بنجر پڑی ہوئی زمینوں کو آباد کیا اور انصار کے باغات میں شرکت کی بنیاد پر محنت مزدوری کی۔ یوں فراست نبوی ﷺ سے مہاجرین کا معاشی مسئلہ بھی حل ہوگیا اور دوسری طرف مدینہ کی معاشی زندگی میں نئی لہر پیدا ہوئی۔[57]

اس طرح بعض دیگر مواقع پر نبی کریم ﷺ نے وقتی حالات اور ایمرجنسی صورتحال سے نمٹنے کے لئے کچھ پالیسیاں بنائیں جن کا دار و مدار بھی امداد باہمی پر ہوتا تھا۔ مثلاً ایک موقعہ پر لوگوں میں تنگدستی اور پریشان حالی تھے، اس وقت نبی کریم ﷺ نے عید قربان پر لوگوں کو قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ تک رکھنے سے منع فرمایا۔ مقصد یہ تھا کہ لوگ گوشت ذخیرہ کرنے کے بجائے زیادہ

سے زیادہ حاجتمند لوگوں میں تقسیم کریں۔ اگلے سال صحابہ کرامؓ نے اس بابت دریافت فرمایا تو آپ ﷺ نے فرمایا:«كلوا وأطعموا وادخروا، فإن ذلك العام كان بالناس جهد، فأردت أن تعينوا فيها»

کہ ابھی کھاؤ بھی، کھلاؤ بھی اور ذخیرہ بھی کرو۔ پچھلے سال لوگ تنگی میں تھے، اس لئے میں نے چاہا کہ تم (ایک دوسرے کی) مدد کرو۔[58]

نیز اشعری قبیلہ میں امدادِ باہمی کا ایک طریقہ رائج تھا کہ ضرورت کے موقعہ پر ان کے سارے لوگ اپنے پاس دستیاب کھانا لاکر ایک جگہ جمع کرتے، پھر اس کھانے کو لوگوں میں برابری کے ساتھ تقسیم کیا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے ان کے اس طریقے کا تذکرہ کرکے اس کے بارے میں رضامندی اور تحسین کا اظہار فرماتے ہوئے کہا کہ: وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔[59]

اسی طرح صحیح مسلم کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ کے پاس کچھ خستہ حال لوگ آئے۔ آپ ﷺ نے نماز کے بعد ان کی امداد کے لئے ترغیبی خطبہ دیا جس کے بعد لوگ ان کی امداد کے لئے حسب وسعت چیزیں پیش کرنے لگے۔ یہاں تک کہ کھانے کی چیزوں اور کپڑوں کے دو ڈھیر جمع ہوگئے تو آپ ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے کھل اٹھا۔[60]

اس کے علاوہ معیشت کے دوسرے شعبہ جات کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کی نمایاں پالیسیاں درج ذیل تھیں۔

1۔ **تجارت سے متعلق:** ویسے تو مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کی ہجرت سے قبل بھی تجارت کا پیشہ رائج تھا، لیکن اس وقت اس پیشے سے وابستہ اکثر لوگوں کا تعلق یہودیت سے تھا۔ جسکی وجہ سے اس پیشے میں بھی بہت سی خرابیاں آگئی تھیں۔ آپ ﷺ نے اس شعبے میں درج ذیل اصلاحات نافذ کیں:

(الف) **پر امن ماحول:** کامیاب تجارت کے لئے سب سے پہلے پر امن اور ساز گار ماحول ہونا ضروری ہے، اس لئے آپ ﷺ نے اس کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے مدینہ تشریف لے جانے کے بعد سب سے پہلے میثاقِ مدینہ کی صورت میں وہ عظیم معاہدہ کیا جس کی بنیاد پر مدینہ منورہ میں خوشگوار امن کا قیام ممکن ہوسکا۔ قبائل کی آپس کی جنگوں کا خاتمہ، اور مسلمانوں اور یہود کے مابین جنگوں پر پابندی، خارجی حملہ آور کامل کر مقابلہ کرنے کا عزم وغیرہ اس معاہدات کی ایسی دفعات ہیں جن کا بلاشبہ مدینہ منورہ میں قیام امن میں بہترین کردار رہا۔ جس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ پر امن ماحول کے بغیر کامیاب تجارت کی ترقی ناممکن ہے۔

**(ب) مسلمانوں کے لئے الگ بازار کا قیام:** مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے لئے الگ بازار کی جگہ کا انتخاب بھی آپ ﷺ نے بذاتِ خود کیا ہے۔ روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ پہلے ایک جگہ (سوق النبیط) تشریف لے گئے تو فرمایا کہ: «ليس هذا لكم بسوق» یہ جگہ تمہارے بازار کے لئے مناسب جگہ نہیں ہے۔ پھر ایک دوسری جگہ کو دیکھا تو فرمایا کہ یہ جگہ تمہارے بازار کے لئے مناسب جگہ ہے۔[61] یہ بازار مسجدِ نبوی کے قریب تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے لئے ایک متبادل بازار قائم ہو جائے اور یہودیوں کی شرارتوں اور اجارہ داری سے مسلمانوں کو نجات مل جائے۔ کیونکہ یہودی اپنے بازار میں تجارت کرنے والے مسلمان تاجروں کو تنگ کیا کرتے تھے، ان سے غیر ضروری ٹیکس وصول کرتے تھے، اور ان پر طرح طرح کے مالی تاوان اور بوجھ ڈالتے تھے۔ جس کے سدباب کے لئے حضور ﷺ نے مسلمانوں کے لئے الگ بازار قائم کیا۔ بازار کے بارے میں آپ ﷺ کا اصول یہ تھا کہ بازاروں میں جو لوگ کاروبار کریں وہ آزادانہ ماحول میں رضامندی کے ساتھ کاروبار کریں اور کوئی بیرونی قوت ان کو کسی خاص انداز پر چلنے کے لئے مجبور نہ کرے۔ یعنی مصنوعی طور پر قیمتوں میں کمی بیشی نہ ہو، ذخیرہ اندوزی نہ ہو اور کسی کو اپنا سامان بازار تک لانے سے نہ روکا جائے۔[62]

**(د) بازاروں کی نگرانی:** حضور ﷺ کی جب بازار آمد ہوتی تو وہاں کے امور کی نگرانی فرماتے اور غیر شرعی امور پر نکیر فرماتے تھے۔ مثلاً ایک دفعہ نبی کریم ﷺ بازار میں ایک ایسے صاحب کے پاس سے گزرے جو گندم بیچ رہے تھے۔ آپ ﷺ نے گندم میں ہاتھ ڈالا تو معلوم ہوا کہ اندر کی گندم گیلی ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے اس بارے میں دریافت فرمایا تو اس نے کہا کہ اے اللہ کے پیغمبر اس پر بارش ہوئی ہے جس کی وجہ سے یہ گیلی ہو گئی ہے۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ:

«أفلا جعلته فوق الطعام كي يراه الناس، من غش فليس مني»

پھر تم نے یہ گیلی گندم سامنے کیوں نہیں رکھی تاکہ لوگوں کو پتہ چل جاتا۔ جو شخص ملاوٹ کرتا ہے / دھوکہ دیتا ہے اس کا مجھ سے تعلق نہیں ہے۔[63]

اسی طرح آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اجرت پر تول رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ: تولا کرو اور تھوڑا جھکا کر تولا کرو۔[64]

اس کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ نے بازاروں پر نگران بھی مقرر فرمائے تھے۔ مثلا حضرت سعید بن العاصؓ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقعہ پر انہیں مکہ کے بازار کا نگران مقرر فرمایا۔[65]

**(ھ) اوزان اور پیمانوں کی تعیین:** بازار کو صحیح خطوط پر چلانے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ بازار میں اوزان اور پیمانے متعین ہوں۔ زمانہ قدیم میں مختلف زمانوں میں مختلف اوزان اور پیمانے مقرر تھے۔ مکہ کے لوگ چونکہ تجارت سے وابستہ تھے اور سونا چاندی کی شکل میں ان کے پاس بڑی بڑی رقمیں ہوتی تھیں اس لئے سونے اور چاندی کی پرکھ کا معیار مکے والوں کا زیادہ اسٹینڈرائزڈ تھا۔ جبکہ مدینہ میں زراعت زیادہ تھی اس لئے چیزوں کو ناپنے کے پیمانے مدینہ میں زیادہ اسٹینڈرائزڈ تھے۔ اس وجہ سے آپ ﷺ نے سکوں اور سونے چاندی کا معیار مکہ کے مطابق مقرر کیا اور زرعی پیمانے مدینہ منورہ کے مطابق مقرر کئے۔[66]

**(و) تجارتی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی:** چونکہ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کا سامنا یہودیوں سے تھا، جو کہ اقتصادی طور پر مضبوط اور مستحکم معیشت کے مالک تھے، اس لئے ان کے مقابلے کے لئے اور بازار میں ان کا اثر ورسوخ کم کرنے کے لئے ضروری تھا کہ مسلمان بھی اسلامی اصولوں کے تحت تجارتی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ اس بناء پر بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے مسلمانوں کو تجارت کرنے کی ترغیب دی تھی۔ مثلا حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ آدمی کی سب سے پاکیزہ کمائی کونسی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: " عمل الرجل بيده وكل بيع مبرور " آدمی کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر جائز تجارت۔[67] ایک اور روایت میں سچے امانت دار تاجروں کو یہ بشارت دی ہے کہ: «التاجر الصدوق الأمين مع النبيين، والصديقين، والشهداء» یعنی وہ قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوں گے۔[68] نیز نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ اور اس کی صاع اور مد (جو کہ اس زمانے کے تجارتی پیمانے تھے) کے لئے برکت کی دعاء کی تھی۔[69]

**فاضل سرمایہ کو کاروبار میں لگانے کی ترغیب:**

یہ بھی حضور ﷺ کی ایک کامیاب پالیسی اور ایک اہم ہدایت تھی کہ فاضل سرمایہ کو ویسے ہی فارغ نہ رہنے دیا جائے، بلکہ اس کو حسب موقعہ کاروباری سرگرمیوں میں استعمال کرکے اسے بڑھانے کی کوشش کی جائے۔ سنن ترمذی میں نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ: «ألا من ولي يتيما له مال فليتجر فيه، ولا يتركه حتى تأكله الصدقة»[70] کہ جو شخص کسی یتیم کے مال کی سرپرستی کرے تو اس کو چاہئے کہ وہ اس میں کاروبار کرے، تاکہ وہ زکوٰۃ میں ختم نہ ہو جائے۔

**صنعتی حوالے سے پالیسیاں:** چونکہ عرب کے اکثر باشندوں کا پیشہ زراعت یا مال مویشی پالنے سے متعلق تھا، اس لئے وہاں صنعتیں بہت کم تھیں۔ تاہم سیرت طیبہ کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس پہلو کو بھی نظر انداز نہیں فرمایا۔ اس سلسلے میں ایک تو زمین میں مدفون معدنیات سے متعلق احکامات جاری فرمائے۔ مثلاً بلال بن حارثؓ کو ایک مشہور جگہ کے معدن حوالہ کئے [71]۔ اس کے علاوہ صنعت و حرفت کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

" إن الله عز وجل يدخل بالسهم الواحد ثلاثة نفر الجنة، صانعه يحتسب في صنعته الخير، والرامي به، ومنبله." کہ ایک تیر کے بدلے اللہ تعالیٰ تین بندوں کو جنت میں داخل کرے گا: اچھی نیت سے اس کے بنانے والے کو، اس کے کھینچنے اور اس کے پھینکنے والے کو۔ [72]

مزید یہ کہ آپ ﷺ نے یہود و نصاریٰ کے لوگوں سے صنعت و حرفت سیکھنے کے لئے اپنے صحابہ کرامؓ ان کے پاس بھیجے۔ جس کی مثال علامہ ابن کثیرؒ نے یہ ذکر کی ہے کہ آپ ﷺ نے عروہ بن مسعود اور غیلان بن سلمہؓ کو جرش بھیجا تھا تاکہ وہ منجنیق سازی اور ٹینک سازی وغیرہ سیکھ سکیں۔ [73]

**زراعت کے حوالے سے پالیساں**

**(الف) زمینوں کی ملکیت سے متعلق:** اگر ہم حضور ﷺ کی بعثت سے قبل کے عرب معاشرے پر ایک نظر ڈالیں تو ہمیں ان میں زرعی اراضی کی ملکیت کے حوالے سے منصوبہ بندی کا فقدان نظر آتا ہے۔ قبائلی زندگی کا دار و مدار مال مویشی پر تھا جس کی چراگاہوں کے حصول کے لئے طاقت ہی سب کچھ تصور کیا جاتا تھا۔ اور اسی بناء پر مدتوں ان کے درمیان خانہ جنگی چلتی رہتی تھی۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے شخصی اور قومی ملکیت کا واضح تصور دیا۔ مدینہ منورہ میں گھروں کی زمینوں کے لئے الاٹمنٹ کا سلسلہ جاری فرمایا۔[74] بعض حضرات کو شخصی طور پر مالکانہ حقوق کے ساتھ زمین عنایت کی۔[75] قبائل کی قومی سیادت کا احترام کرتے ہوئے ان کی مملوکہ زمینیں انہیں کے قبضے میں رہنے دیں۔ ان سارے اقدامات سے مدینہ منورہ میں ایک طرف تو امن وامان قائم ہو گیا، دوسری طرف ملکیتی زمینیں اور ان کے مالکانہ حقوق رکھنے والے واضح ہو گئے۔ مالِ غنیمت میں ملنے والی زمینیں مجاہدین میں تقسیم کیں جس کی وجہ سے مسلمانوں کی مملوکہ زمینیں بڑھ گئیں۔

**(ب) بنجر زمینوں کی آبادکاری:** یعنی جو دور افتادہ بنجر زمینیں پڑی تھیں جو کسی کی ملکیت بھی نہیں تھیں آپ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّم نے ان کی آبادکاری کی ترغیب دیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا: «من أحيا أرضا ميتة فهي له»[76] یعنی جس نے کسی بنجر زمین کو آباد کیا تو وہ بنجر زمین اسی کی ملکیت ہوگی۔ یہ اس بات کی ترغیب تھی کہ لوگ زیادہ سے زیادہ بنجر زمینیں آباد کر کے انہیں قابلِ استعمال بنائیں، تاکہ زرعی ترقی پر اس کے دور رس اثرات مرتب ہوں۔

**(ج) پانی کی ترسیل سے متعلق:** چونکہ جزیرہ عرب میں پانی کی شدید قلت تھی، اس لئے پانی کا مسئلہ بھی عام طور پر افراد اور قبائل کے درمیان نزاع کا ذریعہ بنتا تھا۔ آپ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّم نے افراد کی سطح پر اس مسئلہ کو اس طرح حل فرمایا کہ نہر میں ہر شخص کے پانی کے حق کو تسلیم کرتے ہوئے اس بارے میں یہ ہدایت جاری کی کہ جس کی زمین پہلے آتی ہے وہ اس وقت تک پانی روک سکتا ہے جب تک کہ اس کی زمین عرف ورواج کے مطابق سیراب نہ ہوئی ہو۔[77]

**(د) زراعت کے بارے میں ترغیبی احکام:** زراعت کی طرف لوگوں کی توجہ دلانے اور زیادہ سے زیادہ شجرکاری پر راغب کرنے کے لئے آپ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّم نے درخت لگانے کو صدقہ سے تعبیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: «ما من مسلم غرس غرسا، فأكل منه إنسان أو دابة، إلا كان له به صدقة» کہ جو مسلمان شخص کوئی درخت لگاتا ہے پھر اس درخت سے کوئی انسان یا جانور کھاتا ہے تو یہ اس لگانے والے کے لئے صدقہ ہوگا۔[78]

مزید ارشاد فرمایا: (إن قامت على أحدكم القيامة، وفي يده فسيلة فليغرسها) کہ اگر کسی کے ہاتھ میں درخت کا چھوٹا سا تنا ہو، اور وہ درخت لگانا چاہ رہا ہو کہ اتنے میں قیامت قائم ہو جائے تو وہ درخت لگانا نہ چھوڑے، بلکہ وہ درخت پھر بھی لگائے۔[79]

### خلاصہ اور عصرِ حاضر میں نبوی صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّم معاشی تعلیمات سے استفادہ کی ضرورت اور اہمیت:

موجودہ زمانے میں معیشت کا مسئلہ انسانیت کو درپیش مسائل میں اہم ترین مسئلہ بن چکا ہے۔ اور بدقسمتی سے اس پر غیر مسلم اقوام کا تسلط، قبضہ اور غلبہ ہے۔ مادیت اور سیکولرازم پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام کا عفریت پوری دنیا پر اپنے پنجے گاڑ کر پسماندہ اور درماندہ اقوام کا مالی استحصال کر رہا ہے۔ دنیا کی اکثریت اب بھی معاشی حوالے سے پریشانی اور تنگی کا شکار ہے۔ عمومی طور پر دنیا کے کاروبار کا سارا دارومدار سود، سٹہ، اجارہ داری اور دیگر غیر شرعی امور پر ہے جس کا خمیازہ انسانیت تقسیم دولت میں ناہمواری، سماجی ناانصافی اور دولت

کی نچلی سطح سے سمٹ سمٹ کر اوپر والے طبقے تک منتقلی کی صورت میں بھگت رہی ہے۔ اعداد وشمار کے ہیر پھیر اور دولت کی مصنوعی تخلیق سے پیدا شدہ ببل اکانومی کی کارستانیوں کا مشاہدہ دنیا (کچھ عرصہ قبل 2008 میں پیش آمدہ) عالمی مالیاتی بحران کی صورت میں کر چکی ہے، جس کے بنیادی اسباب میں سود اور سٹہ پر مبنی کاروباری معاملات کو نمایاں طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ مذکورہ تناظر میں صرف نبی کریم ﷺ کا پیش کردہ اقتصادی نظام ہی دنیاوی معیشت کی اس ڈوبتی ناؤ کو بچا سکتا ہے او معاشی استحصال کے مارے اقوام کے لئے امید کا واحد سہارا بن سکتا ہے۔ اگر آج بھی دنیا حضور ﷺ کی تعلیمات پر مبنی معیشت و تجارت کا طریقہ اختیار کرے (بالخصوص سود، سٹہ، اکتناز وغیرہ سے چھٹکارا حاصل کرے) تو بلاشبہ یہ اقدام پوری انسانیت کی بھلائی اور معاشی ترقی کا ضامن ہو گا۔ (جس کا ایک معمولی تجربہ اور مشاہدہ اسلامی تعلیمات پر مبنی غیر سودی بینکاری کی صورت میں دنیا کر چکی ہے)۔

خاص کر مسلمان ہونے کی حیثیت سے اگر ہم آپ ﷺ کی معاشی پالیسیوں کا جائزہ لیں تو ہمیں ان کی روشنی میں عالم اسلام کو درپیش تمام مشکلات کا حل مل سکتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں بے سروسامانی کی حالت میں معاشی اصلاحات نافذ کر کے قلیل عرصے میں نہ صرف مسلمانوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل بنایا بلکہ انہیں اقوامِ عالم میں نمایاں مقام بھی دلایا۔ آج مسلمانوں کے پاس مال ودولت، معدنی ذخائر، قدرتی وسائل اور افرادی قوت کی کمی نہیں ہے، ضرورت صرف عزم اور ہمت کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات کو اپنی شخصی اور اجتماعی زندگی میں نافذ کرنے اور آپ ﷺ کی پالیسیوں کو اپنانے کی ہے۔ آپ ﷺ نے یہودیوں کی معاشی بالادستی سے نجات دلانے کے لئے مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے لئے الگ بازار قائم کیا۔ اس میں آج کے مسلمانوں کو عمومی طور پر دعوتِ عمل ہے کہ انہیں اپنا ملی تشخص برقرار رکھنے کے لئے غیر اقوام کی معاشی بالادستی سے بھی چھٹکارا حاصل کرنا چاہئے۔ آپ ﷺ نے محنت کی عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے تجارتی اور صنعتی میدانوں میں آگے بڑھنے کی حوصلہ افزائی کی جس سے آج کے مسلمانوں کو یہ پیغام ملتا ہے کہ وہ بھی سائنس وٹیکنالوجی اور صنعت وحرفت کے میدان میں اقوامِ عالم کا مقابلہ کریں۔ سچائی اور امانت کی اخلاقی بنیادوں پر بذات خود بھی تجارت کی اور مسلمانوں کو اس کی تاکید بھی کی جس سے تجارتی اخلاقیات کی صورت میں اس میدان میں کامیابی اور ترقی کی ایک کلید دریافت ہوئی۔ غیر مسلم اقوام سے تجارت کر کے اور ان سے معاشی ضروریات پر مبنی معاہدے کر کے یہ سبق دیا کہ شرعی حدود میں رہتے ہوئے مسلمانوں پر نہ بین الاقوامی تجارت کرنے کی پابندی ہے اور نہ ہی اس کی حوصلہ شکنی کی جاسکتی ہے۔ زکوۃ، صدقات اور وقف پر مبنی تقسیمِ دولت کا ایک ایسا شاہکار نظام دیا جس کو اگر آج بھی صحیح معنیٰ میں نافذ کیا جائے تو دنیا

کے ایک بڑے حصے سے غربت اور فقر وفاقہ کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔ قناعت، دنیا سے بے رغبتی اور امداد باہمی کی ترغیب دیکر اور حرص و لالچ سے منع کرکے ذاتی منافع کے محرک کو شرعی اور اخلاقی اقدار کا پابند بنایا۔ اس کے علاوہ زراعت کی ترقی کے لئے آپ ﷺ نے انتہائی اہم اصلاحات کیں جن سے مسلمانوں کے معاشی صورتحال پر اس وقت خوشگوار اثرات مرتب ہوئے تھے۔

لہذا بجا طور پر یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ معیشت اور تجارت کے میدان میں آپ ﷺ کی تعلیمات اور آپ ﷺ کی نافذ کی ہوئی پالیسیاں ہر زمانے میں قابلِ عمل ہونے کے ساتھ انتہائی مفید اور دوررس مثبت اثرات کے حامل ہیں۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ انہیں صحیح طرح سمجھ کر موجودہ معاشی ماحول میں انہیں صحیح طور پر منطبق (apply) کیا جائے تاکہ امتِ مسلمہ بالخصوص اور سارا عالم بالعموم ان کی برکات اور فوائد سے مستفید ہو۔

**خلاصہ و تجاویز:** مختصر الفاظ میں ماقبل میں ذکر کردہ تفصیلات کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے معیشت و تجارت کے حوالے سے مسلمانوں کو چند معاملات سے منع کیا ہے جن میں اہم ترین سود، جوا، سٹہ، غیر یقینی صورتحال پر مبنی معاملہ، ذخیرہ اندوزی، مال و دولت میں اسراف و فضول خرچی، ناپ تول میں کمی بیشی، جھوٹ اور سامان تجارت کا عیب چھپانا اور حرام اشیاء کی تجارت وغیرہ ہیں۔ جبکہ چند معاملات کی ترغیب دی ہے جن میں اہم امانتداری، سچائی، خوش اخلاقی و نرم مزاجی، قناعت اور مال خرچ کرنے میں اعتدال اور صدقہ وغیرہ ہیں۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ نے مسلم معاشرے میں معیشت و تجارت کی ترقی کے لئے بھی اس زمانے کے مناسب حال ایسی پالیسیاں نافذ کردی تھیں جن کا مسلمانوں کی معاشی ترقی میں بہت مثبت کردار ظاہر ہوا۔ ان پالیسیوں میں سے اہم پالیسیاں بھائی چارگی اور امداد باہمی پر زور، بازاروں کی نگرانی، صنعت و تجارت اور زراعت کی حوصلہ افزائی، تجارتی خود کفالتی، پرامن ماحول کی فراہمی وغیرہ ہیں۔

سیرتِ طیبہ کی روشنی میں مملکت خداداد پاکستان میں معیشت و تجارت کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کے لئے درج ذیل اقدامات ناگزیر ہیں:

1۔ پاکستان کے آئین کے مطابق حکومت سود پر فوری پابندی کا قانون بنائے۔

2۔ تاجروں، صنعتکاروں اور دوسرے متعلقہ افراد میں اسلامی تجارت کے حوالے سے آگہی پیدا کی جائے۔ بالخصوص آپ ﷺ کی بطورِ تاجر عملی تجارتی زندگی کی درخشاں مثالوں سے تاجروں کو روشناس کرایا جائے اور انہیں باور کرایا جائے کہ سچائی اور امانتداری پر مبنی تجارت کو کبھی ناکامی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا ہے۔

3۔ اسلام میں تجارتی اخلاقیات کی حیثیت اور اس حوالے سے وارد ترغیبی پہلوؤں کو خوب واضح کیا جائے۔

4۔ جوا(gambling) اور سٹے(speculation) پر مبنی معاملات پر فی الفور پابندی نافذ کی جائے۔

5۔ علماء کرام اور ریسرچ اسکالرز کی ذمہ داری ہے کہ وہ معیشت کے اسلامی اصولوں کی روشنی میں عصر حاضر کے نت نئے معاشی مسائل کا حل دریافت کرلیں، اور علمی تحقیق اور اعداد و شمار سے ثابت کریں کہ کس طرح اسلامی معیشت دیگر نظامہائے معیشت سے زیادہ کامیاب اور انسانیت کے لئے فلاح کا ضامن ہے۔

6۔ بطورِ ایک آزاد مسلم قوم معاشی خود کفالتی حاصل کرنا عصر حاضر میں وطن عزیز کا سب سے اہم اور ترجیحی بنیادوں پر قابلِ توجہ معاملہ ہے۔

7۔ دیگر اقوام (بشمول غیر مسلم ممالک) کے ساتھ تجارت و معیشت کے روابط استوار کرنے کے حوالے سے شریعت مطہرہ میں کوئی ممانعت نہیں آئی ہے، اس لئے اپنی صنعت و تجارت کو بین الاقوامی سطح پر مزید وسعت دینے کی ضرورت ہے۔

8۔ بازاروں کی مانیٹرنگ اور اس میں پیش آنے والے معاملات پر نظر بھی حکومت وقت کی ذمہ داری ہے۔

9۔ زراعت کو ترقی دینا اور بنجر زمینوں کی آبادکاری کی حوصلہ افزائی بھی نبی کریم ﷺ کی ایک اہم معاشی پالیسی تھی۔ اس لئے بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہونے کے ناطے اس شعبے میں مزید بہتری پیدا کرنے اور اس کی ترقی کے لئے مزید اقدامات کرنے کی بھی شدید ضرورت ہے۔

10۔ مالک اور ملازم دونوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ سیرتِ طیبہ کی روشنی میں احسن طریقے سے اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے رہیں۔ ان دونوں کے تعلقات کو سیرت طیبہ کی روشنی میں ریگولیٹ کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ملازم کا استحصال بھی نہ ہو اور وہ اپنے سے متعلقہ ذمہ داریاں بھی بحسن وخوبی سرانجام دیتا رہے۔

# حواشی وحوالہ جات

[1] نہ صرف ذاتی ضروریات کے لئے سودی قرضے کا لینے کا رواج تھا، بلکہ تجارتی سود بھی رائج تھا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: عثمانی، مفتی محمد تقی، سود پر تاریخی فیصلہ، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، طبع جدید اپریل 2008۔ ص 57-68،

[2] [البقرة: 278، 279]

[3] امام مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، دار إحياء التراث العربي - بيروت باب حجة النبي صلى الله عليه وسلم، رقم الحديث: 147 - (1218) ج 2 ، ص 886.

[4] عثمانی، مفتی محمد تقی، سودی نظام کی خرابیاں، میمن اسلامک پبلشرز کراچی۔ ص 20،

[5] امام مسلم، صحيح مسلم، باب لعن آكل الربا، رقم الحديث: 106 - (1598) ج3 ، ص 1219

[6] الحارث، مسند الحارث = بغية الباحث عن زوائد مسند الحارث، كتاب البيوع، رقم الحديث: 439۔ مركز خدمة السنة والسيرة النبوية - المدينة المنورة، 1992، ج1 ، ص 501.

[7] ابن ماجه، محمد بن يزيد القزويني، سنن ابن ماجه، باب التغليظ في الربا، رقم الحديث: 2274، دار إحياء الكتب العربية، ج 2، ص 764.

[8] مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، مکتبہ معارف القرآن کراچی، ج1، ص 662- 680۔

[9] عثمانی، مفتی محمد تقی، سودی نظام کی خرابیاں، میمن اسلامک پبلشرز کراچی، ص 26۔

[10] [المائدة: 90]

[11] الإمام البخاري، محمد بن إسمعيل، صحيح البخاري ، كتاب تفسير القرآن، دار طوق النجاة، سنة 1422، باب أفرأيتم اللات... رقم الحديث: 4860، ، ج 6 ص 141.

[12] عثمانی، مفتی محمد تقی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ادارہ اسلامیات لاہور، طبع اول، ج3، ص 355۔

[13] امام مسلم، صحیح مسلم، رقم الحديث: 4 - (1513) ج 3، ص 1153۔

[14] صمدانی، اعجاز احمد، غرر کی صورتیں، مکتبہ معارف القرآن کراچی۔ جنوری 2009، ص 32۔

[15] عثمانی، مفتی محمد تقی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ادارہ اسلامیات لاہور۔ ج 2، ص167۔

[16] جیسے بيع حبل الحبلة، بيع الملامسة، بيع المنابذة ، بيع النتاج، وغیرہ صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب تحريم بيع المخاضرة، رقم الحديث: 2207، ج 3 ص 78.

[17] صمدانی، اعجاز احمد، غرر کی صورتیں، مکتبہ معارف القرآن کراچی۔ جنوری 2009۔ص 372۔

[18] السجستاني، الإمام أبو داوود سليمان بن الأشعث، كتاب البيوع، باب في الرجل يبيع ماليس عنده، رقم الحديث: 3503 ، سنن أبي داود، المكتبة العصرية صيدا بيروت، ج3، ص283)

[19]الطبراني، سليمان بن أحمد، المعجم الأوسط ، رقم الحديث: 1554، دار الحرمين – القاهرة، ج2، ص 154.

[20] صمدانی، اعجاز احمد، غرر کی صورتیں، مکتبہ معارف القرآن کراچی۔ جنوری 2009، ص: 372۔

[21] الدارمي، أبو محمد عبد الله، سنن الدارمي، من كتاب البيوع، باب في النهي عن الاحتكار، رقم الحديث: 2586 دار المغني للنشر والتوزيع، المملكة العربية السعودية، 2000، م ج3، ص 1657.

[22] البيهقي، أحمد بن الحسين، شعب الإيمان (13 / 513) فصل في ترك الاحتكار، رقم الحديث: ، 10705، مكتبة الرشد الرياض، الطبعة الأولى، 2003.

[23] عثمانی، مفتی محمد تقی، اسلام اور جدید معاشی مسائل، ادارہ اسلامیات لاہور کراچی، ج 4، ص 91۔

[24] اچکزئی، ڈاکٹر عبد العلی، معاشرتی بد امنی کے معاشی اسباب تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں، آرٹیکل راحۃ القلوب، ج 2، شمارہ 1، ص 30۔

[25] [المطففين: 1]

[26] البيهقي، احمد بن الحسين، السنن الكبرى، باب ترك التطفيف، فى الكيل، رقم الحديث: 11167، دار الكتب العلمية، بيروت ، 2003 م، ج 6، ص 53.

[27] المنذري، عبد العظيم بن عبد القوي، الترغيب والترهيب، رقم الحديث: ، 1145، دار الكتب العلمية – بيروت، الطبعة: الأولى، 1417، ج1، ص309.

[28] امام بخاری، صحيح البخاري كتاب الزكاة، باب مانع الزكاة، رقم الحديث: 1403. ج2 ، ص 106.

[29] الطبراني، سليمان بن أحمد، المعجم الأوسط رقم الحديث: 4361ج 4 ، ص 335.

[30] المرغيناني، برهان الدين علي بن أبي بكر، الهداية في شرح بداية المبتدي، دار احياء التراث العربي - بيروت – لبنان، ج 3، ص 48.

[31] امام مسلم، صحيح مسلم، باب النهي عن الحلف في البيع، رقم الحديث: 132 - (1607) ج3، ص 1228.

[32] النسائى ، أحمد بن شعيب، سنن النسائي، رقم الحديث: 4462 ، مكتب المطبوعات الإسلامية – حلب، الطبعة: الثانية، 1986، ج 7، ص 246.

[33] امام بخاری، صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب ما ينهى عن إضاعة المال، رقم الحديث 2408، ج3 ، ص120

[34] امام مسلم، صحيح مسلم باب النهي عن كثرة المسائل، رقم الحديث: 10 - (1715) ج3 ، ص1340.

[35] امام بخاری، صحيح البخاري كتاب البيوع، باب بيع الميتة والأصنام، رقم الحديث: 2236، ج3 ، ص84.

[36] امام بخاری، صحيح البخاري كتاب البيوع، باب ما يمحق الكذب والكتمان فى العيب، رقم الحديث: 2082، ج3 ، ص59.

[37] الطبراني، سليمان بن أحمد، المعجم الأوسط رقم الحديث: 1554، دار الحرمين – القاهرة، ج2 ، ص154.

[38] امام مسلم، صحيح مسلم باب تحريم بيع الرجل على بيع أخيه، رقم الحديث: 11 - (1515)، ج3 ، ص1155.

[39] غازی، ڈاکٹر محمود احمد، محاضرات سیرت، الفیصل پبلشرز لاہور، 2009، ص 427۔

[40] غازی، ڈاکٹر محمود احمد، محاضرات سیرت، الفیصل پبلشرز لاہور، 2009۔ص 428۔

[41] وزارة الأوقاف والشئوون الإسلامية، الكويت، الموسوعة الفقهية الكويتية ، الطبعة الثانية، دارالسلاسل – الكويت، ج9 ، ص220.

[42] امام ترمذی، سنن الترمذي ت شاكر أبواب البيوع، باب جاء في التجار، رقم الحديث: 1209. ج3 ، ص507.

[43] امام بخاری، صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب السهولة والسماحة في البيع والشراء، رقم الحديث: 2076، ج3 ، ص57.

[44] امام بخاری، صحيح البخاري حواله بالا، رقم الحديث: 2077. ج3 ، ص57.

[45] امام ابو داؤد، سنن أبي داود كتاب البيوع، باب فی التجارة يخالطها الحلف، رقم الحديث: 3326، ج3 ، ص242.

[46] امام ترمذی، سنن الترمذي ت شاكر، أبواب البيوع، باب جاء في التبكير بالتجارة، رقم الحديث: 1212. ج3 ، ص509.

[47] امام ابن ماجہ، سنن ابن ماجه، كتاب التجارات، باب إذا قسم للرجل رزق من وجه فليلزمه، رقم الحديث: 2148، ج2، ص727.

[48] امام بخاری، صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب كسب الرجل وعمله بيده، رقم الحديث: 2074، ج3 ، ص57.

[49] امام بخاری، صحيح البخاري، كتاب الرقاق، باب الغنى غنى النفس، رقم الحديث: 6446. ج8 ، ص95.

[50] امام مسلم، صحيح مسلم باب في الكفاف والقناعة، رقم الحديث: 125 - (1054) ، ج2 ، ص730.

[51] امام طبرانی، المعجم الأوسط ، من اسمه محمد، رقم الحديث: 6744، ج7 ، ص25.

[52] امام بخاری، صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب إذا تصدق إووقف بعض ماله، رقم الحديث: 2757، ج4 ، ص7.

[53] امام بخاری، صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب أن يترك ورثته أغنياء، رقم الحديث: 2742، ج4 ، ص3.

[54] قادری، ڈاکٹر طاہر، سیرۃ الرسولﷺ کی اقتصادی اہمیت، منہاج القرآ ن پبلیکیشنز، لاھور، اشاعتِ اول سن 2007، ص 37، 83۔

[55] الهيثمي، علي بن أبي بكر، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد (4 / 61) رقم الحديث: 6213. الناشر: مكتبة القدسي، القاهرة، عام النشر: 1994 م

[56] عثمانی، مفتی محمد تقی، اسلام اور جدید معیشت وتجارت، ، ادارۃ المعارف کراچی، ص 50- 54۔

[57] ڈاکٹر حافظ محمد نعیم، نبی کریمﷺ کی معاشی حکمت عملی سے مأخوذ اصول اور عصرِ حاضر، ریسرچ پیپر شائع شدہ القلم جون 2016۔ ص184۔

[58] امام بخاری، صحيح البخاري، كتاب الأضحية، باب ما يؤكل من لحوم الأضاحي، رقم الحديث: 5569. ج 7، ص 103.

[59] امام بخاری، صحيح البخاري، كتاب الشركةِ باب الشركة في الطعام والنهد، رقم الحديث: 2486. ج 3، ص 138.

[60] صحيح مسلم، باب الحث على الصدقة، رقم الحديث: 69 - (1017)، ج 2، ص 704.

[61] ابن ماجه، محمد بن يزيد القزويني، سنن ابن ماجه، دار إحياء الكتب العربية، باب كتاب التجارات، باب الأسواق ودخولها، رقم: 2233، ج2، ص 751.

[62] غازی، ڈاکٹر محمود احمد، محاضرات سیرت، الفیصل پبلشرز لاہور، اشاعت سوئم 2009، ص 424۔

[63] امام مسلم، صحيح مسلم كتاب الإيمان، رقم الحديث: 164 - (101) ج 1، ص99.

[64] امام ابوداؤد، سنن أبي داود، كتاب البيوع، رقم الحديث:، 3336، ج3، ص 245.

[65] محمد يوسف الصالحي، سبل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد، دار الكتب العلمية بيروت – لبنان، الطبعة: الأولى، 1993 م ، ج11، ص383.

[66] غازی، محمود احمد، محاضرات سیرت، الفیصل پبلشرز لاہور، اشاعت سوئم 2009، ص: 424۔جبکہ حدیث کے لئے ملاحظہ ہو: سنن أبي داود حدیث نمبر: 3340، ج3 ، ص 246۔

[67] امام احمد بن حنبل، مسند أحمد ط الرسالة، رقم الحديث: 17265، ج28 ، ص502.

[68] امام ترمذی، ترمذي، محمد بن عیسی، سنن الترمذي ت شاكر، أبواب البيوع، باب ماجاء في التجار، رقم الحديث: 1209. ج3 ، ص 507.

[69] امام مسلم، صحيح مسلم، باب في فضل المدينة، رقم الحديث: 475 - (1374)، ج2 ، ص1001.

[70] امام ترمذی، سنن الترمذي ت شاكر ، كتاب الزكاة، باب ما جاء فی زكاة مال اليتيم، رقم الحديث: 641، ج 3 ، ص 24.

[71] امام ابوداؤد، سنن أبي داود، كتاب الخراج، باب إقطاع المعادن، رقم الحديث: 3061، ج3، ص 173.

[72] امام ابو داؤد، سنن أبي داود كتاب الجهاد، باب ماجاء في الرمي، رقم الحديث: 2513، ج3، ص 13.

[73] ابن كثير، أبو الفداء إسماعيل، السيرة النبوية، دار المعرفة بيروت – لبنان، 1976م، ج3 ، ص 652.

[74] ابن سعد، أبو عبد الله محمد، الطبقات الكبرى ط العلمية، 1990، ج3 ، ص 113.

[75] ملاحظه فرمائیں: ابن كثير، البداية والنهاية، دار إحياء التراث العربي، 1988، ج5، ص375.

[76] امام ترمذی، سنن الترمذي ، باب أبواب الأحكام، باب ما ذكر في إحياء أرض الموات. رقم الحديث: 1379شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي – مصر، الطبعة: الثانية، 1975، ج3 ، ص 656.

[77] امام بخاری، صحيح البخاري، كتاب المساقاة، باب سكر الأنهار، رقم الحديث: 2359، ج3 ، ص111.

[78] امام بخاری، صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم، رقم الحديث: 6012 ، ج8 ، ص10.

[79] امام أحمد بن حنبل، مسند أحمد ط الرسالة رقم الحديث: 12902، الطبعة الأولى، 2001. ج 20 ، ص 251.